”بیماریاں“ اور اُن کے ”روحانی فوائد“

عبدالرحمٰن بن یحیٰ

ترجمہ مع اضافات: مبشر جاوید

جب کسی پر معمولی بیماری یا پریشانی آتی ہے تو مریض اور اس کے اقارب مزاج شریعت کے خلاف انتہائی نامعقول باتیں کرنے لگتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ ”یا اللہ! تو دیکھ رہا ہے تیرا بندہ کتنی تکلیف میں ہے، تو کیوں اس سے اس پریشانی کو زائل نہیں کرتا؟“۔ اور کوئی پریشانی کے عالم میں یہ کہہ بیٹھتا ہے ”یا اللہ! یا تو اس کو شفا دے دے یا اس کو اپنے پاس بلا لے“۔

کوئی لاعلاج مرض لاحق ہونے کی صورت میں مریض بسا اوقات انتہائی بے صبرا اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ شیطان کی کارستانی ہے کہ انسان کو ماضی میں کیے ہوئے گناہ اس قدر یاد دلاتا ہے کہ وہ ناامیدی کو گلے لگا لیتا ہے، حالاں کہ اگر وہ نمازوں کی پابندی کرتا رہے، بقیہ تمام فرائض ادا کرتا رہے اور صدق دل سے توبہ کرے اور شرک سے اپنے آپ کو بچائے تو اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اللہ اس کے ساتھ رحم والا معاملہ فرمائیں گے اور اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ چناں چہ ایک حدیث میں ہے کہ: ”میری امّت میں سے جو بھی اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! اگرچہ زنا کرے یا چوری کرے تب بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اگرچہ زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔“

اور صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی مرے اسے چاہیے کہ وہ

اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔“ اور حدیث قدسی ہے کہ ”میں اپنے بندے سے اس کے گمان جیسا معاملہ کرتا ہوں پس جیسا چاہے وہ مجھ سے گمان رکھے۔“ اور ایک مومن اور مسلمان بندے کو چاہیے کہ وہ تکالیف پر صبر کرے چاہے وہ کتنی ہی سخت ہوں۔ کیوں کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں تنگی اور پریشانی کے بعد راحت کا وعدہ فرمایا، چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”**فإن مع العسر یسرا**“۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان کے پاس تشریف لائے اور وہ موت کے بہت قریب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتے ہو؟ تو اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کی رحمت کی امید کرتا ہوں اور اپنے گناہوں سے خوف کھاتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی شخص جس کے دل میں یہ دو باتیں جمع ہو جائیں تو اللہ پاک اس کی امید کو پورا فرماتے ہیں اور اس کو خوف سے بخشتے ہیں“۔

لہٰذا اس حدیث کی رو سے اللہ کی ذات پر یقین رکھنا چاہیے اور اس کے فیصلے پر راضی ہونا چاہیے، کیا پتہ موت کس وقت آجائے تو اگر صبر وشکر کیا اور اللہ پاک نے شفا دے دی تو صبر وشکر کا ثواب ملے گا اور اگر فانی دنیا سے رحلت ہوگئی تو اللہ کی رحمت متوجہ ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مومن کا تحفہ موت ہے۔“ (طبرانی)

یہ تو بات ہوگئی بیماری پر صبر کی اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونے کی، اب میں آپ حضرات کی خدمت میں بیماری کے روحانی فوائد اور اس کی حکمتیں پیش کرتا ہوں، لیکن اس سے پہلے ایک تمہیدی بات عرض کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر چیز میں نعمت کا عنصر ضرور پایا جاتا ہے، یہ بات الگ ہے کہ بسا اوقات نعمت کا یہ عنصر خود اس شخص پر اثر انداز ہوتا ہے اور کبھی کسی دوسرے کے لیے کارفرما ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ

کا کفار کو دردناک عذاب دینا بھی نعمت ہے، لیکن ظاہر ہے کہ کفار نہیں بلکہ باسیان جنت کے حق میں یہ نعمت ہے۔ کیوں کہ اگر اللہ تعالیٰ عذاب کو پیدا نہ فرماتے تو جنت کے مزے لوٹنے والے جنتی ان نعمتوں، سہولتوں اور راحتوں کا ادراک نہ کر پاتے جو ان کو حاصل ہیں، عربی کا ایک مشہور قاعدہ ہے کہ "**تعرف الأشياء بأضدادها**" کسی بھی چیز کی معرفت اس کی ضد سے ہوا کرتی ہے۔

آیئے! اسی نکتے سے آگے بڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کے مقابلے میں کچھ ایسی چیزیں بھی پیدا کی ہیں کہ اگر ان کا سامنا ہو جائے تو نعمت کی قدر ہوتی ہے۔ ان چیزوں کو ہم مختلف نام دے سکتے ہیں۔ پریشانی آئے تو اچھے وقت کی قدر آتی ہے، فقر کے بعد فراوانی، ذلت کے بعد عزت، غم کے بعد خوشی، نفرت کے بعد محبت، جہالت کے بعد علم، دن کے بعد رات، رات کے بعد دن، سردی کے بعد گرمی، گرمی کے بعد سردی، مشغولیت کے بعد فراغت، بڑھاپے کے بعد جوانی اور اسی طرح بیماری کے بعد صحت کی قدر آجاتی ہے۔

یہیں اس بات کو بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ایمان اور حسنِ اخلاق کے علاوہ ہر نعمت کسی کے لیے وبال اور کسی کے لیے واقعی نعمت ہوتی ہے، جیسا کہ کسی بھی چیز کے بارے میں علم و آگہی حاصل ہونا نعمت ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی کے بارے میں یہ پتہ چل جائے کہ اس نے کسی سے قرض لیا اور واپس نہ کیا، تو لوگ اس شخص کو قرض دینے کے معاملے میں محتاط ہو جائیں گے تو یہ علم لوگوں کے حق میں تو نعمت ہوا، لیکن اگر مقروض کو پتہ چل جائے کہ وہ قرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے لوگوں کی نظر سے گر گیا ہے تو اب دو صورتیں ہیں، یا تو وہ اپنے معاملہ کو درست کرے گا یا بات دل پہ لگالے گا اور غم و پریشانی کا شکار ہوگا، پہلی صورت میں علم اس کے لیے نعمت اور دوسری میں وبال بن جائے گا۔

بالکل اسی طرح مرض مریض کے لیے اس وقت نعمت بن جاتا ہے جب وہ صبر و شکر کرتا ہے اور شفا کے بعد صحت کی قدر اور اللہ رب العزت کی دی ہوئی اس نعمت کا شکر ادا کرتا ہے۔

روحانی فوائد:

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ”وما أصابكم من مصيبة“... (الشوریٰ:30) کہ ”جو بھی مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال ہی کی بدولت ہوتی ہے اور اللہ پاک کتنی ہی باتیں تو معاف فرما دیتے ہیں۔“ اسی لیے کسی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کہتا پھرے کہ کہاں سے یہ مصیبت آٹپکی؟ بلکہ یہ اس کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے، جو دنیا میں اس کے سامنے ظاہر ہو گیا ہے اور اگر ہم اس بات کو سمجھیں کہ دنیا کی مصیبتیں ہمارے اعمال کا نتیجہ ہیں تو یہ سمجھنے میں دشواری نہ ہوگی کہ اس کے اندر ہمارے لیے خوش خبری بھی ہے اور ڈراوا بھی۔ ڈراوا بایں طور کہ انسان پریشانیوں کا سامنا کر کے خوف زدہ رہتا ہے اور خوش خبری بایں وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”مومن کو جو بھی بیماری یا غم یا پریشانی یا کوئی بھی تکلیف پہنچے، حتیٰ کہ کوئی کانٹا چبھ جائے تو اللہ اس کے بدلے اس کے گناہ معاف فرماتے ہیں۔“ اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا: کہ ”مصیبت مستقل بندہ مومن کے ساتھ اور اس کے گھر میں، اس کے مال میں اس کی اولاد میں رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں جا ملتا ہے کہ اس پہ کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔“

لہٰذا اگر کسی کے گناہ بہت زیادہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے مصیبت میں گرفتار کر دیتے ہیں، جو اس کے گناہوں کے ازالہ کا سبب بن جاتا ہے اور دنیا کی تلخی آخرت کی تلخی سے بہتر ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اگر دنیا میں مصیبتیں نہ ہوتیں تو ہم قیامت میں خالی ہاتھ پہنچتے۔

مریض کو اس کے مرض کی بدولت آخرت میں جو لذت اور مسرت عطا کی جائے گی وہ دنیا کی فانی، وقتی لذتوں سے کئی لاکھ گنا زیادہ ہے، کیوں کہ دنیا کی تلخی و تنگی آخرت کی راحت و فراوانی کو مستلزم ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔“ اور امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے کہ: قیامت کے دن جب لوگ ان لوگوں کے

صبر و ثواب کو دیکھیں گے کہ جو دنیا میں مصیبتوں، بیماریوں میں پھنسے رہے تو وہ یہ تمنا کریں گے کہ اے کاش! دنیا میں ہماری جلدوں کو قینچوں کے ساتھ کاٹ دیا جاتا۔

مریض کو اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ حدیث قدسی ہے: ”اے آدم کے بیٹے! میرا فلاں بندہ بیمار ہو گیا تھا اور تو نے اس کی تیمارداری نہ کی، اگر تو اس کی تیمارداری کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔“ (مسلم، عن ابی ہریرہؓ)

مرض کے ذریعے آدمی کے صبر کا پتہ چلتا ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے کہ آزمائش نہ ہوتی تو صبر کی فضیلت ظاہر نہ ہوتی، اگر صبر کیا تو بہت سی بھلائیاں حاصل کر لیں اور اگر صبر نہ کر سکا تو سب کچھ گنوا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ بیماری کے ذریعے بندہ کے صبر کا امتحان لیتے ہیں۔ اب یا تو وہ سونا نکلتا ہے یا پھر کھوٹا... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ ”اجر و ثواب کی زیادتی تکالیف برداشت کرنے کے بقدر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو آزمائش میں مبتلا فرما دیتے ہیں تو جو اس پر راضی ہو جاتا ہے اس کے لیے اللہ کی رضا ہے اور جو ناراض اس کے لیے اللہ کی ناراضگی ہے۔“

اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ رب العزت جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو اس کے غموں کو زیادہ فرما دیتے ہیں اور جب کسی سے ناراضگی فرماتے ہیں تو اس کی دنیاوی آرائشوں و راحتوں کو وسیع تر فرما دیتے ہیں، خاص کر جب آدمی کا دین ضائع ہو جائے، نہ نماز کی کچھ فکر ہو، نہ بقیہ فرائض کی ادائیگی کا کچھ ہوش اور حرام لذات میں ایسے پڑ جائے کہ حلال چیزوں سے بھی اجنبیت محسوس ہونے لگے۔

اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بندہ مومن جب اللہ رب العزت کے فیصلے پر صبر و شکر کرتا ہے تو اس کو صابرین میں شمار کیا جاتا ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”بندہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں خیر ہے اور یہ ہر کسی

کے لیے نہیں، صرف مومن کے لیے ہے کہ اگر اسے خوشی ملے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو اس کو اجر ملتا ہے اور اگر پریشانی لاحق ہو تو وہ صبر کرتا ہے تب بھی اُسے اجر ملتا ہے، پس اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے میں مسلمان کے لیے بھلائی ہے۔" یا اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا کہ جب ان کو نعمت ملے تو وہ شکر کرتے ہیں اور جب پریشانی کا سامنا ہو تو صبر کرتے ہیں اور جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اپنے رب سے معافی مانگتے ہیں۔

مرض کے فوائد میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مریض پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اتمام ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ جب اسے کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تو خوف اسے گھیر لیتا ہے اور پھر یہی بیماری اور خوف اسے اللہ رب العزت کی توحید کی طرف مائل کر دیتا ہے اور وہ بزبان حال یہی کہہ رہا ہوتا ہے کہ اے مولیٰ! سب اطباء نے اپنی طبابت اور حکمت آزمائی اور وہ ناکام ہو گئے، اب کوئی ہے تو بس تو ہی ہے، تیرے سوا مجھے کوئی شفا دینے والا نہیں۔ اس طرح مریض کا دل اللہ رب العزت کے ساتھ رابطہ میں رہتا ہے اور وہ ہر وقت پورے خلوص کے ساتھ اپنے خالق حقیقی اور پرورش کرنے والی ذات کو یاد کرتا ہے۔

علما فرماتے ہیں کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے تو اللہ پاک ناراض ہوتے ہیں (اور یہ مضمون حدیث کا بھی ہے) اور بند پر پریشانی نازل فرماتے ہیں، تاکہ وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو اور اسی سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس پر انعامات کی بارش فرماتے ہیں۔ تاکہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے۔

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ فصلت کی آیت نمبر 51 میں کیا خوب انسان کا حال بیان فرمایا کہ جب اِنس پر اللہ کی نعمتیں ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے اعراض کرتا رہتا ہے اور جب اسے پریشانی لاحق ہوتی ہے تو بس لمبی لمبی دعائیں شروع کر دیتا ہے (پھر اس کو مسجد بھی اچھی لگتی ہے، داڑھی والے مولوی حضرات بھی اس کی آنکھ میں جچتے ہیں اور پگڑی اور شلوار قمیض میں ملبوس علما بھی اس کی نظر کو بھاتے ہیں) لہٰذا اس بیماری کی برکات ہوتی ہیں کہ جس نے کبھی مسجد کا رُخ نہ کیا ہو وہ بیماری کے بعد پانچ وقت کی نماز مسجد میں ادا کرتا

نظر آتا ہے اور صبر و شکر، توکل و عاجزی، خشوع و خضوع، حلاوتِ ایمان سے بھرا ابھرا دکھائی دیتا ہے۔ جو کہ اس کے ایمان میں زیادتی کا موجب ہوتا ہے۔

اور جو اس بیماری کے اندر بھی اللہ رب العزت کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ جعلی پیروں کے مشرکانہ تعویذات وٹوٹکوں پر اعتماد کرتا رہے اور کبھی کسی نجومی کو جا کر ہاتھ دکھائے تو اس سے بدنصیب شخص اور کون ہوگا؟ ہاں! اگر کوئی باشرع عامل شرعی حدود کی رعایت کر کے تعویذ کا عمل کرتا ہو تو اس کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں، مگر تعویذ وغیرہ لے کر عقیدہ یہ ہی رہے کہ مؤثر حقیقی اللہ کی ذات ہے، تعویذ بذات خود مؤثر نہیں۔

بیماری کے ذریعہ اللہ رب العزت انسان کے دل کو تکبر و عجب اور فخر جیسی مہلک بیماریوں سے نجات عطا فرماتے ہیں، کیوں کہ اگر یہ روحانی بیماریاں انسان کے ساتھ مستقل رہیں تو سرکشی و نافرمانی جیسی دوسری بیماریاں اس کے اندر جنم لیتی ہیں اور انسان اپنی ابتدا و انتہا کو بھول جاتا ہے اور جوانی کی طاقت یا بڑھاپے کی جوشیلی صحت اس کو خود اعتمادی دیتی ہیں اور وہ اپنے علاوہ کسی کو تسلیم نہیں کرتا۔ پھر جب اللہ رب العزت کی طرف اس کے اوپر بیماریوں کی آزمائش ہوتی ہے تو اس کا نشہ، غرور و تکبر کافور ہو جاتا ہے اور پھر اسے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اس کے اپنے قبضہ میں نہ اس کا نفع ہے، نہ نقصان، نہ زندگی نہ موت، کبھی کسی چیز کو یاد کرتا ہے تو اس کے ادراک پر قادر نہیں ہوتا، کبھی کسی چیز کے بارے میں جاننا چاہتا ہے لیکن جہالت اس کے دامن گیر رہتی ہے۔ کبھی کسی ایسی چیز کو حاصل کرنا چاہتا ہے جو اس کی ہلاکت کا سبب ہو اور کبھی ایسی چیز سے دور بھاگتا ہے جس میں اس کے لیے بھلائی ہو، دن اور رات میں کسی بھی وقت اس خطرہ سے محفوظ نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی نعمتوں میں سے دیکھنے اور سننے کی طاقت کو سلب فرمالیں، یا اس کی عقل میں فساد پیدا کر دیں، یا اس سے اس کی محبوب دنیا چھین لیں اور وہ کچھ بھی نہ کر سکے، تو کیا اس سے زیادہ کوئی محتاج و ذلیل ہے؟ نہیں! تو پھر اسے تکبر و عجب کیسے زیب دے گا؟

بیماری اس بات کی علامت ہے کہ اللہ رب العزت بیمار کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں، بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں اُسے کسی بیماری سے دوچار فرماتے ہیں۔ اس حدیث کے مفہوم مخالف کی تائید ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے، جو کہ مسند احمد میں مذکور ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک دیہاتی کے پاس سے ہوا۔ آپ کو اس کی صحت وجسم بھلا معلوم ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر پوچھا کہ تمہیں کبھی اُم ملدم محسوس ہوا؟ اسے نے پوچھا اُم ملدم کیا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ بخار۔ اس دیہاتی نے پوچھا کہ بخار کیا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ایسی گرمی جو جلد اور ہڈیوں کے درمیان پیدا ہو جاتی ہے، تو اس دیہاتی نے جواب دیا کہ نہیں، مجھے کبھی ایسا محسوس نہیں ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا آپ نے کبھی سر درد محسوس کیا؟ اس نے جواباً پوچھا کہ وہ کیا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”**ضربات تکون فی الصدعین و الرّأس**“ وہ ضربیں ہیں جو سر اور دونوں کنپٹیوں کے درمیان پڑتی ہیں۔ دیہاتی نے جواب دیا کہ میں نے کبھی ایسا محسوس نہ کیا۔ جب وہ دیہاتی چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو یہ چاہتا ہے کہ وہ کسی دوزخی کو دیکھے وہ اس دیہاتی کو دیکھ لے۔ اس لیے کسی نے کیا خوب کہا کہ ”کافر کا جسم صحیح اور دل بیمار ہوتا ہے اور مسلمان کا دل صحیح اور جسم بیمار ہوتا ہے۔“ لہٰذا معلوم ہوا کہ بیماری کا آنا بھی خیر ہے۔

بندہ مومن جب حالتِ صحت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہو اور اس کی نافرمانی سے بچتا ہو تو جب وہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ پاک فرشتوں کو حکم فرماتے ہیں کہ ”یہ بندہ صحت میں جو جو نیک کام کیا کرتا تھا ان کا ثواب ہر دن اور رات کے اعتبار سے اس کے نامۂ اعمال میں لکھتے رہو، چاہے وہ بے ہوش ہو یا اس کی عقل جاتی رہے۔“ یہ مضمون مسند احمد کی روایت کا ہے جسے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے

روایت فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بیماری کی وجہ سے اس کے گناہ ایسے معاف ہوتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔ اللہ اکبر

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے کسی خاص بندے کو اپنے ہاں ایک اعلیٰ اور خصوصی مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں، لیکن وہ قلتِ اعمال یا کسی اور سبب سے اس مقام پہ نہیں ہوتا، تو اللہ رب العزت اسے کسی بیماری میں مبتلا فرما دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس مقام کو جا پہنچتا ہے۔ ابن حبان نے اس مضمون کی حامل حدیث کو روایت فرمایا ہے اور اس میں فما یزال یبتلیه بما یکره کے الفاظ ہیں اور اس ابتلا سے مراد بیماری اور دوسری کوئی آزمائش بھی ہو سکتی ہے۔

پیشکش: **ابوزبیر**

[www_alkalam_pk@yahoo.com]